

# از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 28 مارچ، 1995

نگر پارلیکا، چند  
بنام  
جگت سنگھ، ایڈوکیٹ

[جے ایس ورما، این پی سنگھ اور کے وینکٹا سوامی، جسٹس صاحبان]

مجموعہ ضابطہ دیوانی، 1908- آرڈر 39- حکم امتناعی— جائیدادِ متداعیہ کی ملکیت اور قبضے کا دعویٰ کرنے والے مدعی کے حکم امتناعی کے لیے مقدمہ— عدالت نے قبضہ کی بنیاد پر اس بات پر غور کیے بغیر حکم امتناعی منظور کر لیا کہ آیا مدعی کے پاس جائیدادِ متداعیہ کا حق ہے یا نہیں۔— بغیر ثبوتِ حق عطا نہیں کیا جا سکتا۔

مخصوص ریلیف ایکٹ، 1963- دفعہ 6- کا اطلاق- کا مقصد

- قانون کے مناسب عمل کے بغیر قبضے سے نکالے گئے شخص کے لیے فوری دادرسانی کی حمایت کرتا ہے

- پچھلی ملکیت اور بے دخلی کی استدعا کی جانی چاہیے

- حق اور ملکیت کی بنیاد پر حکم امتناعی کے مقدمے پر لاگو نہیں۔

اندراج انتقال

- حق کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

مدعاعلیہ نے جائیدادِ متداعیہ کی ملکیت اور قبضے کا دعویٰ کرنے والے اپیل گزار کے خلاف حکم امتناعی کا مقدمہ دائر کیا۔ مدعاعلیہ جائیدادِ متداعیہ پر اپنا حق قائم کرنے کے لیے کوئی بیج نامہ پیش کرنے میں ناکام رہا، لیکن اس کے بجائے کچھ ریونیو اندراجات پر انحصار کیا۔ مقدمے کو ٹرائل کورٹ نے یہ کہتے ہوئے خارج کر دیا کہ مدعاعلیہ یہ ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے کہ وہ جائیدادِ متداعیہ کا مالک ہے اور اس پر اس کا قبضہ ہے۔

اپیل پر، پہلی ایپلٹ عدالت نے ٹرائل کورٹ کے فیصلے کو الٹ دیا اور مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ریکارڈ پر رکھے گئے مواد سے جائیدادِ متداعیہ پر مدعاعلیہ کا قبضہ ظاہر ہوتا ہے۔ ایپلٹ عدالت نے اس بات کی جانچ نہیں کی کہ مدعاعلیہ کا جائیدادِ متداعیہ پر کوئی حق ہے یا نہیں، جبکہ جائیدادِ متداعیہ پر مدعاعلیہ کے قبضے کے حوالے سے اس کے نتائج کی بنیاد پر اپیل کی اجازت دی۔ ایپلٹ عدالت نے فیصلہ دیا کہ زمین پر مدعاعلیہ کا حق اپیل گزاروں نے قبول کیا تھا۔

اپیل کنندہ کی دوسری اپیل کو عدالت عالیہ نے محدود مدت میں خارج کر دیا تھا۔ اپیل کنندہ کی طرف سے دائر نظر ثانی درخواست کو بھی عدالت عالیہ نے خارج کر دیا تھا۔

لہذا، موجودہ اپیل۔

اس سے پہلے، اس عدالت، مدعاعلیہ نے، دیگر دلائل کے علاوہ، زور دیا کہ مدعا علیہ کی طرف سے دائر کیے گئے مقدمے کو مخصوص ریلیف ایکٹ، 1963 کی دفعہ 6 کے تحت قبضہ اور بے دخل کرنے کا مقدمہ سمجھا جاسکتا ہے۔

اپیل کی اجازت دیتے ہوئے، یہ عدالت

قرار پایا گیا کہ: 1. پہلی ایپلٹ عدالت نے اس سوال پر غور کیے بغیر کہ آیا مدعی مدعاعلیہ نے متنازعہ جائیداد پر اپنا حق ثابت کر دیا ہے، اس بات کا جائزہ لینے کے لیے آگے بڑھی کہ آیا مذکورہ مدعاعلیہ اس کے قبضے میں تھا یا نہیں۔ حق کی بنیاد پر خارج کرنے کے

مقدمے میں پہلی ایپلٹ عدالت کی طرف سے یہ واجب تھا کہ وہ مدعا علیہ کی جانب سے کیے گئے جائیدادِ متداعیہ کے حق پر دعوے پر نتیجہ ریکارڈ کرے۔ پہلی ایپلٹ عدالت نے مدعا علیہ کے مقدمے کا حکم سناتے ہوئے جائیدادِ متداعیہ پر اس کے ملکیت کے دعوے کے حوالے سے کوئی نتیجہ ریکارڈ کیے بغیر قانون کی ایک بڑی غلطی کا ارتکاب کیا۔

چھوٹے خان بنام مال خان، اے آئی آر (1954) ایس سی 575، درگا سنگھ بنام تھولو، اے آئی آر (1963) ایس سی 361 اور وشو وجے بنام فخرل حسن، اے آئی آر (1976) ایس سی 1485، ممتاز شدہ۔

2. پہلی ایپلٹ عدالت نے کبھی بھی اس سوال کی پوچھ گچھ یا تفتیش نہیں کی جو یہ کہتے ہوئے زیر بحث تھا کہ مدعی مدعا علیہ کا حق اپیل گزار نے قبول کیا تھا۔ یہ ریکارڈ کی ایک سنگین غلطی تھی۔ مدعا علیہ کا حق اور قبضہ جو اب دعویٰ کے مرحلے سے ہی اپیل گزار کے ذریعے ہمیشہ متنازعہ رہا ہے۔

3.1. مخصوص ریلیف ایکٹ کا دفعہ 6 اس شخص کے لیے ایک خلاصہ دادر سائی فراہم کرتا ہے جس کے پاس غیر منقولہ جائیداد ہونے کی وجہ سے اسے وہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں، یہ ممکن ہے کہ اس طرح سے بے دخل کیا گیا شخص ملکیت کی بحالی کے لیے سول کورٹ کے بذریعے خلاصہ اور فوری دادر سائی کر سکے۔ ملکیت کے متنازعہ سوال کا فیصلہ قانون کے مناسب عمل کے ذریعے کیا جانا ہے لیکن پر امن قبضے کو قبضہ کی اصل کے سوال کی پرواہ کیے بغیر مخصوص ریلیف ایکٹ کی دفعہ 6 کے تحت خلاف ورزی کرنے والے سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس طرح کے مقدمے پر غور کیا جاسکتا ہے اور فیصلہ کیا جاسکتا ہے، صرف اس صورت میں جب مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا جائیدادِ متداعیہ پر کوئی حق نہیں ہے، لیکن چونکہ مدعی اپنی سابقہ ملکیت ثابت کرتا ہے، اس وجہ سے وہ اس مدعا علیہ کے خلاف قبضہ کے ڈگری نامے کا حقدار ہے جس نے اسے بے دخل کیا تھا۔ اس طرح کے مقدمے کی شکایت کو صرف مدعا علیہ کی طرف سے سابقہ قبضہ اور بے دخل کوروکنا چاہیے، بصورت دیگر قانون کے مطابق۔

پیری بنام کلسولڈ، (1907) اے سی 73 اور نائر سروس سوسائٹی بنام کے سی الیگزینڈر، اے آئی آر (1968) ایس سی 1165 کا حوالہ دیا گیا۔

3.2. یہ سمجھنا مشکل ہے کہ موجودہ کیس کے حقائق اور حالات میں مخصوص ریلیف ایکٹ 1963 کے دفعہ 6 کے اصول کا اطلاق کیسے کیا جاسکتا ہے۔ مدعا علیہ، جو مدعی تھا، نے کبھی یہ الزام نہیں لگایا کہ اسے اپیل کنندہ میونسپل کمیٹی نے بے دخل کر دیا ہے۔ دوسری طرف، اس نے زیر بحث زمین کا مالک ہونے کا دعویٰ کیا اور زور دے کر کہا کہ اس پر اس کا قبضہ ہے۔

4. محصولات کے ریکارڈ میں مدعا علیہ کے نام میں حکم انتقال حق کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

نرمل سنگھ بنام لال رو در پر تاب، (1926) پی سی 100، حوالہ دیا گیا۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 290، سال 1991۔

آر پی نمبر C-17، سال 1987 میں پنجاب اور ہریانہ عدالت عالیہ کے 17.8.87 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل کنندہ کی طرف سے ان کے ساتھ کیل سبل، ایل کے پانڈے اور رگھوناتھ وی این۔

جواب دہندہ کی طرف سے ان کے ساتھ یو این بچاوت، ایس کے جین۔

عدالت کا فیصلہ این پی سنگھ جسٹس نے سنایا۔

این پی سنگھ، جسٹس۔ میونسپل کمیٹی، جند نے یہ اپیل مدعا علیہ کی جانب سے دائر مقدمے کا حکم دینے والے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج (جسے اس کے بعد کورٹ آف اپیل کہا گیا ہے) کے فیصلے کو کالعدم قرار دینے کے لیے دائر کی ہے، جسے ٹرائل کورٹ نے خارج کر دیا تھا۔ اپیل کنندہ کی جانب سے عدالت عالیہ میں دائر کی گئی دوسری اپیل کو محدود مدت

میں خارج کر دیا گیا۔ اس کے بعد، اس عدالت کے سامنے خصوصی اجازت عرضی (سول) نمبر 562، سال 1987 دائر کی گئی، جسے واپس لینے کی اجازت دی گئی، تاکہ اپیل کنندہ عدالت عالیہ کے سامنے نظر ثانی عرضی دائر کر سکے۔ اس نظر ثانی پٹیشن کو عدالت عالیہ نے یہ کہتے ہوئے خارج کر دیا کہ نظر ثانی کی کوئی بنیاد نہیں بنائی گئی ہے۔

مدعا علیہ نے حکم امتناعی کے لیے مقدمہ دائر کیا جس میں اپیل گزار کو 5 کنال سے زیادہ زمین پر مدعا علیہ کے قبضے میں مداخلت کرنے سے روکا گیا، جس میں کھیوٹ نمبر 134، کھٹونی نمبر 155، مستطیل نمبر 173، قلعہ نمبر 1 شامل ہیں۔ مدعا علیہ نے مذکورہ زمین کا مالک ہونے کا دعویٰ کیا اور دعویٰ کیا کہ اس پر اس کا قبضہ ہے۔

مدعا علیہ کے دعوے کی میونسپل کمیٹی کی جانب سے یہ کہتے ہوئے مخالفت کی گئی کہ مذکورہ مدعا علیہ نہ تو زیر بحث زمین کا مالک تھا اور نہ ہی اس کے قبضے میں تھا۔ اس بات پر زور دیا گیا کہ یہ زمین "گیر۔ ممکن۔ جوہر" ہونے کی وجہ سے، جس میں میونسپل کمیٹی نے پہلے ہی ایک پارک تعمیر کیا تھا، مدعا علیہ کے اس میں کوئی حق ملکیت حاصل کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اپیل کنندہ کے مطابق، مذکورہ مدعا علیہ نے اس پر کچھ غیر مجاز تجاوزات کی تھیں جس کی وجہ سے اسے ایک قانونی نوٹس دیا گیا تھا، جسے مذکورہ مدعا علیہ نے مقدمے میں چیلنج کیا تھا۔

فاضل ماتحت جج ریکارڈ پر موجود مواد پر غور کرنے پر اس نتیجے پر پہنچا کہ مدعا علیہ یہ ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے کہ وہ مالک ہے اور جائیداد متداعیہ پر اس کا قبضہ ہے۔ اس نتیجے پر مقدمہ خارج کر دیا گیا۔ اپیل کورٹ نے ٹرائل کورٹ کے ذریعے ریکارڈ کیے گئے نتائج کو نظر انداز کیا اور مدعا علیہ کے مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ پریم سنگھ کا حق، جو مدعا علیہ کے مفاد میں مبینہ طور پر پیش رو تھا، قائم کیا گیا تھا۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اپیل کنندہ جائیداد متداعیہ کے قبضے میں تھا۔ اپیل کنندہ میونسپل کمیٹی کی جانب سے دائر کی گئی دوسری اپیل جیسا کہ پہلے ہی ذکر کیا گیا ہے، خارج کر دی گئی۔ دوسری اپیل کو خارج کرنے

کے حکم کو واپس لینے کے لیے دائر کی گئی نظر ثانی درخواست کو بھی محدود مدت میں خارج کر دیا گیا۔

شروع میں یہ ذکر کیا جاسکتا ہے کہ پورے مقدمے کو حق کی بنیاد پر اور قبضے کی تصدیق کے لیے مقدمہ سمجھا گیا ہے۔ اپیل کنندہ میونسپل کمیٹی کی طرف سے پیش ہوئے فاضل وکیل نے نشاندہی کی کہ اپیل کورٹ نے مدعا علیہ کے مقدمے کا حکم دیتے ہوئے قانون کی سنگین غلطی کا ارتکاب کیا جب اس سوال کی جانچ پڑتال کرنے سے پہلے کہ آیا مدعا علیہ جائیداد متداویعہ پر اپنا حق قائم کرنے میں کامیاب رہا ہے، اس نے مدعا علیہ کی جانب سے قبضے کے دعوے کی حمایت میں صرف ریکارڈ پر موجود مواد پر غور کیا۔ ٹرائل کورٹ نے مدعا علیہ کی جانب سے کیے گئے حق کے دعوے کی تفصیل سے جانچ کی تھی اور یہ نتیجہ ریکارڈ کیا تھا کہ مذکورہ مدعا علیہ مقدمے میں اپنا حق ثابت کرنے میں ناکام رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بیع نامہ جس کے بذریعہ مذکورہ مدعا علیہ نے متنازعہ زمین خریدنے کا دعویٰ کیا تھا، عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا تھا۔ اپیل کورٹ کے فیصلے کے اس حصے کے خلاف اپیل کنندہ کی جانب سے اعتراض اٹھایا گیا، جہاں یہ کہا گیا ہے کہ اگرچہ مدعا علیہ نے بیع نامہ پیش نہیں کیا تھا جس کے بذریعہ اس نے زیر بحث زمین کا حق حاصل کیا تھا لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کیونکہ اس حقیقت کو میونسپل کمیٹی نے تسلیم کیا تھا۔ اس سلسلے میں، مدعا علیہ کے حق اور ملکیت پر اختلاف کرتے ہوئے میونسپل کمیٹی کی جانب سے دائر جواب دعویٰ کا حوالہ دیا گیا۔ مدعا علیہ کی جانب سے دائر کردہ شکایت اور اپیل کنندہ کی جانب سے دائر کردہ جواب دعویٰ کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی گئی۔ مدعا علیہ نے شکایت کے پیرا گراف 1 میں اپنے حق اور ملکیت کے حوالے سے صرف بیان کیا ہے:

"وہ مدعی مالک ہے اور جائیداد کے قبضے میں ہے جس کی تفصیلات شکایت کے

خاشیہ میں دی گئی ہیں۔"

شکایت کے خاشیہ میں کہا گیا ہے:

"حکم امتناعی دوامی کے لیے مقدمہ جس میں مدعا علیہ کو کھیوٹ نمبر 113 کھٹونی نمبر 155 ریکٹ میں شامل زمین پر زبردستی قبضہ کرنے سے روکا جائے۔ جند کی ریونیو اسٹیٹ میں واقع نمبر 173 قلعہ نمبر 1/27 جس کی پیمائش 5 کنال پر جمابندی 1974-75 ہے اور مدعا علیہ کو مدعی کے قبضے میں مداخلت کرنے سے روکتا ہے اور مدعا علیہ کو اس پر کوئی تعمیر کرنے سے روکتا ہے۔

شکایت میں کوئی تفصیلات بیان نہیں کی گئی ہیں کہ مدعا علیہ زیر بحث زمین کا مالک کیسے بنا اور اس کے قبضے میں کب آیا۔ پیرا گراف 1 کو مذکورہ بالا 'خاشیہ' کے ساتھ پڑھنے پر، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حق کا دعویٰ مدعا علیہ کی جانب سے صرف جند کی ریونیو اسٹیٹ کے سال 1974-75 کے لیے جامبانی کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے پیش ہونے والے وکیل سے ہماری بار بار پوچھ گچھ کے باوجود، مدعا علیہ کی طرف سے کوئی وضاحت پیش نہیں کی گئی، کہ کس طرح حق پر مبنی مقدمے میں حق کے حصول کے حوالے سے شکایت میں کوئی تفصیلات بیان نہیں کی گئیں۔ شکایت کے پیرا گراف 1 میں کیے گئے دعوے کے حوالے سے میونسپل کمیٹی کی جانب سے دائر جواب دعویٰ میں کہا گیا ہے:

"شکایت کا وہ پیرا 11 غلط ہے اور اس کی تردید کی گئی ہے۔ مدعی مقدمے کی جائیداد متدعویہ کے قبضے میں نہیں ہے۔ درحقیقت جائیداد متدعویہ گیر۔ مم۔ کن جوہر کی ہے۔ ناگر پارلیمانے اسے پارک میں تبدیل کر دیا ہے۔ جائیداد متدعویہ نگر پارلیمانے، جند کی ہے اور مدعی کو جائیداد متدعویہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

مدعا علیہ کی طرف سے پیش ہونے والا وکیل اس بات کی وضاحت نہیں کر سکا کہ کس طرح میونسپل کمیٹی کی طرف سے اپنے جواب دعویٰ میں مدعا علیہ کے حق اور قبضے سے اس طرح کے واضح انکار کے پیش نظر، اپیل کورٹ اس مفروضے پر آگے بڑھی کہ بیع نامہ کے بذریعے حق کا حصول، جو عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا تھا، اس معاملے میں ایک تسلیم شدہ حقیقت تھی اور اس پر میونسپل کمیٹی نے کبھی سوال نہیں اٹھایا

تھا۔ ہمارے مطابق، جب اپیل کورٹ نے مدعا علیہ کے قبضے سے متعلق شواہد پر اس کے بذریعے خریداری کی مبینہ تاریخ کے بعد زیر بحث بیع نامہ کے بذریعے غور کرنے کے لیے آگے بڑھا، جسے کبھی عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا، تو کورٹ آف اپیل نے ایک سنگین غلطی کی۔ اس نے کبھی بھی مرکزی مسئلے پر اپنا ذہن نہیں لگایا، عنوان پر مبنی مقدمے میں، آیا مدعا علیہ نے مقدمے کی جائیداد متدعوہ پر اپنا حق ثابت کیا تھا۔ اس بات پر اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ زیر بحث جائیداد پر اپنا حق ثابت کرنے کی ذمہ داری مذکورہ مدعا علیہ پر تھی۔ یہ مزید ظاہر ہوتا ہے کہ اپیل کنندہ کی جانب سے اپیل کورٹ کے سامنے اس بات کی نشاندہی کی گئی تھی کہ مذکورہ مدعا علیہ پٹی میں شریک حصص میں سے ایک کے حصص کا دعویٰ کر رہا تھا، لیکن کوئی شریک حصہ دار مشترک کہ جائیداد کے کسی مخصوص حصص کا حق نہیں دے سکتا۔ تاہم کیس میں بنیادی مسائل پر غور کرنے سے گریز کیا گیا، کورٹ آف اپیل نے صرف سال 1974-75 کے محصولات کے ریکارڈ پر غور کرنے کے لیے آگے بڑھا جیسے سال 1974-75 کے لیے جام بندھی اور سال 1977-79 سے متعلق خسروہ گردواری۔

مدعا علیہ کا دعویٰ تھا کہ اس نے 1970 میں بیع نامہ کے بذریعے جائیداد متداعیہ خریدی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپیل کنندہ کے خلاف حکم انتاعی دوائی کے لیے 17.4.1971 پر مقدمہ دائر کیا۔ یہ مقدمہ بالآخر 7.11.1977 پر نیا مقدمہ دائر کرنے کی اجازت کے ساتھ واپس لے لیا گیا۔ بالآخر، جس مقدمے سے ہمارا تعلق ہے وہ 23.8.1979 پر دائر کیا گیا تھا۔ اس پس منظر میں 1971 کے بعد محصولات کے ریکارڈ میں اندراجات پر کسی بھی طرح کا انحصار زیادہ نتیجہ خیز اور قابل قدر نہیں تھا، کیونکہ مدعا علیہ نے پہلے ہی مقدمہ دائر کر دیا تھا جو اس وقت زیر التوا تھا۔ کسی بھی صورت میں، محصولات کے ریکارڈ میں مدعا علیہ کے نام میں انتقال کا حکم عنوان کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ نرمن سنگھ بنام لال رودر پرتاب، (1926) پی سی انتقال 100 کے معاملے میں، ریونیور ریکارڈ میں ناموں کی تبدیلی کے حوالے سے، یہ کہا گیا تھا:



"وہ اس قسم کے کچھ بھی نہیں ہیں جیسا کہ عدالتی کمیٹی نے بے شمار بار بتایا ہے۔ وہ ریاست کے مفاد میں شروع کی گئی مالی تحقیقات کی نوعیت میں بہت زیادہ ہیں جس کا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ غیر منقولہ جائیداد کے کچھ فرقوں پر قبضے کے لیے متعدد دعویداروں میں سے کس کو زیادہ اعتماد کے ساتھ اس پر قبضہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے لیے محصول ادا کیا جائے گا۔"

بہرائج کے ایڈیشنل کمشنر اور ڈپٹی کمشنر مسٹر ایم ایل فیرار کے دو احکامات کو عدالتی فیصلے کے طور پر دیکھنا عدالتی کارروائی کے مذاق سے تھوڑا کم ہے، جو کسی بھی فرد کو کسی بھی ملکیتی حق یا مفاد سے بے دخل کرتا ہے جس کا وہ غیر منقولہ جائیداد میں دعویٰ کرتا ہے۔"

اس صورتحال کا سامنا کرتے ہوئے، مدعا علیہ کے وکیل نے یہ موقف اختیار کیا کہ چاہے مدعا علیہ اپنا حق ثابت کرنے میں ناکام رہا ہو، مدعا علیہ کی جانب سے دائر کیے گئے مقدمے کو قبضہ اور بے دخل کی بنیاد پر مقدمہ سمجھا جانا چاہیے۔ مخصوص ریلیف ایکٹ، 1963 کی دفعہ 6 کے مطابق۔ (ایک بار جب مدعا علیہ کی طرف سے مالک ہونے اور زیر بحث زمین پر قبضہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، تو اس مقدمے کو ملکیت کے حوالے کے بغیر قبضہ اور بے دخل کی بنیاد پر مقدمہ کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ مخصوص ریلیف ایکٹ، 1963 کی دفعہ 6 میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو قانون کے مطابق اس کی غیر منقولہ جائیداد کی رضامندی کے بغیر بے دخل کیا جاتا ہے، تو وہ یا اس کے بذریعے دعویٰ کرنے والا کوئی بھی شخص، اس طرح کے مقدمے میں قائم کیے جانے والے کسی بھی دوسرے حق کے باوجود، مقدمہ کے بذریعے اس کا قبضہ وصول کر سکتا ہے۔ دفعہ 6 مخصوص ریلیف ایکٹ 1877 کے دفعہ 9 کی متعلقہ توضیح ہے۔ سابقہ ایکٹ کی دفعہ 9، جسے مخصوص ریلیف ایکٹ، 1963 میں کچھ تبدیلیوں کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے، اس اصول پر مبنی ہے کہ یہاں تک کہ ایک خلاف ورزی کرنے والا بھی اپنے قبضے کی حفاظت کا حقدار ہے سوائے ایک حقیقی مالک کے اور اس کا مقصد قبضے میں موجود

شخص کو بے دخل ہونے سے بچانا ہے سوائے قانون کے مقررہ دور کے۔ دفعہ 6 اس شخص کے لیے ایک خلاصہ دائر سائی فراہم کرتا ہے جو غیر منقولہ جائیداد کے قبضے میں ہونے کی وجہ سے اس سے بے دخل ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں، یہ ممکن ہے کہ اس طرح سے بے دخل کیا گیا شخص ملکیت کی بحالی کے لیے سول کورٹ کے بذریعے خلاصہ اور فوری دائر سائی کر سکے۔ یہ کہا گیا ہے کہ یہ دفعہ رومن قانون کی دفعات کی دوبارہ تخلیق ہے جس کے تحت جائیداد سے غلط طریقے سے بے دخل کیا گیا شخص اپنے حق کو ثابت کرنے کی ضرورت کے بغیر، سابقہ ملکیت ثابت کر کے اسے بازیافت کر سکتا ہے۔ ملکیت کے متنازعہ سوالات کا فیصلہ قانون کے مناسب عمل کے ذریعے کیا جانا ہے لیکن قبضے کی اصل کے سوال کی پرواہ کیے بغیر ایکٹ کی دفعہ 6 کے تحت پر امن قبضے کو خلاف ورزی کرنے والے سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس طرح کے مقدمے پر غور کیا جاسکتا ہے اور فیصلہ دیا جاسکتا ہے، صرف اس صورت میں جب مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا جائیداد متداہم پر کوئی حق نہیں ہے، لیکن چونکہ مدعی اپنی سابقہ ملکیت ثابت کرتا ہے، اس وجہ سے وہ مدعا علیہ کے خلاف قبضے کے ڈگری نامے کا حقدار ہے جس نے اسے ٹھکانے لگایا ہے۔ اس طرح کے مقدمے کی شکایت کو صرف مدعا علیہ کی طرف سے سابقہ قبضہ اور بے دخل کو روکنا چاہیے، بصورت دیگر قانون کے مطابق۔ پیری بنام کلسولڈ، (1907) اے سی 73 کے معاملے میں کہا گیا تھا:

"اس بات پر اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ مالک کے فرض شدہ کردار میں زمین کا قبضہ رکھنے والا اور ملکیت کے عام حقوق کو پر امن طریقے سے استعمال کرنے والا شخص پوری دنیا کے خلاف بالکل اچھا حق رکھتا ہے لیکن صحیح مالک۔ اور اگر جائز مالک آگے نہیں آتا ہے اور مقدمے پر لاگو حدود کے قانون کی توضیحات کے ذریعے مقرر کردہ مدت کے اندر قانون کے عمل کے ذریعے اپنے حق کا دعویٰ نہیں کرتا ہے، تو اس کا حق ہمیشہ کے لیے ممتاز ہے اور ملکیت کا مالک ایک مطلق حق حاصل کرتا ہے۔"

مذکورہ نظریہ کو اس عدالت نے نائرسروس سوسائٹی بنام کے سی الیگزینڈر، اے آئی آر (1968) ایس سی 1165 [1968] 3 ایس سی آر 163 کے معاملے میں منظور کیا تھا۔ اس عدالت نے اس مقدمے کے مدعی کے سلسلے میں کہا کہ وہ پرامن قبضے میں ہونے کی وجہ سے قبضے میں رہنے کا حقدار ہے اور صرف ریاست ہی اسے بے دخل کر سکتی ہے۔ مزید کہا گیا کہ سوسائٹی کی کارروائی مدعی کے قبضے پر شدید اعتراض تھا۔ اس کی نشاندہی کی گئی:

"..... قانون جیسا کہ بھارت میں کھڑا ہے، مدعی مخصوص ریلیف ایکٹ کی توضیحات کے تحت مالک کا مقدمہ برقرار رکھ سکتا ہے جس میں حق غیر اہم ہو گا یا 12 سال کے اندر قبضہ کا مقدمہ جس میں حق کا سوال اٹھایا جاسکتا ہے۔"

ہم اس بات کی تعریف کرنے میں ناکام ہیں کہ مخصوص ریلیف ایکٹ 1963 کے دفعہ 6 کے اصول کو موجودہ کیس کے حقائق اور حالات میں کیسے لاگو کیا جاسکتا ہے۔ مدعا علیہ، جو مدعی تھا، نے کبھی یہ الزام نہیں لگایا کہ اسے اپیل کنندہ میونسپل کمیٹی نے بے دخل کر دیا ہے۔ دوسری طرف، اس نے زیر بحث زمین کا مالک ہونے کا دعویٰ کیا اور زور دے کر کہا کہ اس پر اس کا قبضہ ہے۔ اس نے اپیل گزار کو اس کے قبضے میں مداخلت کرنے سے روکنے کے لیے حکم امتناعی دوامی کی درخواست کی۔ دونوں فریقوں نے ملکیت کے سوال سمیت اپنے اپنے دعوؤں کی حمایت میں شواہد پیش کیے۔

اپیل کنندہ کی جانب سے اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ ریکارڈ میں، زمین بشمول وہ حصہ جو تنازعہ میں ہے، کو گیر - ممکن - جوہر کے طور پر درج کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے عوامی تالاب۔ ٹرائل کورٹ نے اس نتیجے کی حمایت میں تمام دستاویزی شواہد کا حوالہ دیا کہ مدعا علیہ عوامی زمین کے ایک حصے پر تجاوز کرنے کی کوشش کر رہا تھا، جس پر وہ کوئی حق حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اپیل کورٹ نے ریکارڈ پر موجود مواد سے یہ معلوم کرنے کے بجائے کہ آیا مدعی کے طور پر مدعی نے تنازعہ زمین کے سلسلے میں اپنا حق ثابت کیا ہے اور آباد شدہ قبضہ برقرار رکھا ہے، مدعا علیہ کے قبضے کے دعوے پر ایک نتیجہ ریکارڈ کرنے

کے لیے آگے بڑھا، بنیادی طور پر سال 1974-75 میں بنائے گئے محصولات کے ریکارڈ میں اندراج کی بنیاد پر اور اس کے بعد مدعا علیہ کی جانب سے دائر کیے گئے پہلے مقدمے کے التوا کے دوران۔ اپیل کورٹ نے مدعا علیہ کے مقدمے کا حکم سناتے ہوئے جائیدادِ متداعیہ پر اس کے ملکیت کے دعوے کے حوالے سے کوئی نتیجہ ریکارڈ کیے بغیر قانون کی ایک بڑی غلطی کی۔ ہمارا خیال ہے کہ عدالت عالیہ اپیل کنندہ میونسپل کمیٹی کی جانب سے دائر کی گئی دوسری اپیل کو خارج نہیں کر سکتی تھی۔

مدعا علیہ کی جانب سے چھوٹے خان بنام مل خان، اے آئی آر (1954) ایس سی 575 کے کیس کا حوالہ دیا گیا، جہاں اس عدالت نے کہا کہ جم بندیوں میں اندراجات پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ کی دفعہ 31 کے تحت حقوق کے ریکارڈ کے دائرہ کار میں آتے ہیں اور اس طرح اس کے برعکس ثابت ہونے تک اسے درست سمجھا جانا چاہیے۔ درگاسنگھ بنام تھولو، اے آئی آر (1963) ایس سی 361 کے معاملے کا بھی حوالہ دیا گیا تھا، جہاں یہ کہا گیا تھا کہ ایک اخراج کے مقدمے میں ضلعی جج کی طرف سے اس سوال پر نتیجہ اخذ کیا گیا تھا کہ آیا مدعا علیہان مدعی کے کرایہ دار ہیں، تمام شواہد، زبانی اور دستاویزی، جو فریقین کی طرف سے پیش کیے گئے تھے، پر غور کرنا حقیقت کا نتیجہ تھا اور اسے عدالت عالیہ کی طرف سے دوسری اپیل میں خارج نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وشو وجے بنام فخرل حسن، اے آئی آر (1976) ایس سی 1485 کے معاملے پر انحصار کیا گیا ہے، جس میں اس عدالت نے فیصلہ دیا کہ اس سوال پر نجلی اپیلٹ عدالت کا فیصلہ کہ آیا ریونیو ریکارڈ میں اندراجات حقیقی تھے یا دھوکہ دہی، حقیقت کا سوال تھا اور اسے دوسری اپیل میں خارج نہیں کیا جاسکتا۔ پہلے ہی اس بات کی نشاندہی کی جا چکی ہے کہ اپیل کورٹ نے اس سوال پر غور کیے بغیر کہ آیا مدعی مدعا علیہ نے تنازعہ جائیداد پر اپنا حق ثابت کیا تھا، اس بات کی جانچ پڑتال کے لیے آگے بڑھا کہ آیا مذکورہ مدعا علیہ اس پر قابض تھا یا نہیں۔ عنوان کی بنیاد پر خارج کرنے کے مقدمے میں اپیل کورٹ کی طرف سے یہ واجب تھا کہ وہ پہلے مدعا علیہ کی جانب سے کیے گئے جائیدادِ متداعیہ پر حق کے دعوے پر نتیجہ ریکارڈ کرے۔ اپیل کورٹ

نے کبھی بھی اس سوال کی پوچھ گچھ یا تفتیش نہیں کی جو یہ کہتے ہوئے زیر بحث تھا کہ مدعی مدعا علیہ کا حق اپیل گزار نے قبول کیا تھا۔ یہ ریکارڈ کی ایک سنگین غلطی تھی۔ مدعا علیہ کا حق اور قبضہ جو اب دعویٰ کے مرحلے سے ہی اپیل گزار کے ذریعے ہمیشہ متنازعہ رہا ہے۔ اس پس منظر میں، مدعا علیہ کے مقدمے کا فیصلہ صرف 1971 میں دائر کیے گئے سابقہ مقدمے کے زیر التواء ہونے کے دوران محصولات کے ریکارڈ میں اندراجات کی بنیاد پر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس طرح مدعا علیہ کی جانب سے جن مقدمات پر انحصار کیا گیا ہے ان کا موجودہ اپیل کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کورٹ آف اپیل کے فیصلے کے خلاف عدالت عالیہ کے سامنے پیش کی گئی دوسری اپیل میں قانون کا ایک اہم سوال شامل تھا اور عدالت عالیہ کو مداخلت کرنی چاہیے تھی اور کورٹ آف اپیل کے فیصلے کی حمایت کرنی چاہیے تھی۔

اس کے مطابق، اپیل کی اجازت ہے۔ اپیل کورٹ کے فیصلے اور عدالت عالیہ کے ذریعے جاری کردہ احکامات کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ ٹرائل کورٹ کے فیصلے کو بحال کیا جاتا ہے۔ اپیل گزار کو مقدمے کی اس زمین کے سلسلے میں مزید اقدامات کرنے سے روکنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے جس پر مدعا علیہ کا نہ تو حق تھا اور نہ ہی اس کا قبضہ تھا۔ تاہم، کیس کے حقائق اور حالات میں، لاگت کے حوالے سے کوئی حکم نہیں ہوگا۔

اپیل منظور کی گئی۔